پاکستان میں مالیاتی حکمت عملی بنانے کا عمل اور سیاسی معیشت: ایک تنقیدی جائزہ

Pakistan's Financial Policy Formulation and Political Economy: A Critical Analysis

مترجمین

ڈاکٹر منظور احمد*

ڈاکٹر گل اور خان**

Abstract

The aim of this paper is to examine the political economy of fiscal policy making in Pakistan. It evaluates the key economic and political factors that affect the fiscal policy making and its implementation. The paper maintains that the role of state's institutions is vital for economic growth and social development in Pakistan. After reviewing the tendencies of public expenditures and revenue, the paper displays that the performance of the economy on average has not been bad but, in terms of widespread poverty and income inequality despite having a large public sector, it is not working well. The paper figures out that the key reasons of this contrast is the political economic structure of Pakistan, particularly the fiscal policy which is designed in such a way where it promote and protect the interests of an elite class and dominant province of the federation. Finally, the paper concludes by arguing that the

* ڈین فیکلٹی آف مینیجمنٹ اینڈ سوشل سائنسز، لسبیلہ یونیورسٹی آف ایگریکلچر، واٹر اینڈ میرین سائنسز اوتھل، لسبیلہ، بلوچستان

** ایسوسی ایٹ پروفیسر، فیکلٹی آف مینیجمنٹ اینڈ سوشل سائنسز، لسبیلہ یونیورسٹی آف ایگریکلچر، واٹر اینڈ میرین سائنسز اوتھل، لسبیلہ، بلوچستان

military as a strong institution plays a key role to reorient the fiscal policy in Pakistan for the purpose to defend and endorse its own institutional interests through undemocratic and uncoordinated manners at the expense of greater social and economic development of Pakistan.

تلخیص

ریاست معاشی ترقی کے رجحانات اور ترقیاتی رفتار کا تعین کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ خاص طور ترقی پذیر ممالک میں معاشی ترقی میں ریاست کے مضبوط کردار کو نہیں بھولا جاسکتا۔ ترقی پذیر ممالک میں جہاں مارکیٹ قوتیں کمزور اور غیر فعال ہیں، وہاں بڑے معاشی معاملات، جیسے معاشی ترقی، آمدنی کی تقسیم، روزگار کی فراہمی اور قیمتوں کا استحکام، پالیسی سازی حلقوں کے بنیادی مقاصد ہیں۔ بہر حال بظاہر سیاسی نمائندے ایسی پالیسیاں اپناتے اور نافذ کرتے ہیں جو میکرو اکنامک ترقی کے لئے کافی موزوں ہوتے ہیں۔ ترقی پذیر ممالک کی اکثریت کی مالی پالیسی سے پتہ چلتا ہے کہ نافذ کردہ پالیسیاں اہداف کو پورا کرنے میں کم کارآمد ہوتی ہیں۔اس کی وجہ بڑی حد تک یہ ہے کہ سیاست ہمیشہ معاشی نصاب کا تعین کرتی ہے اور سیاسی میدان میں موجود مختلف گروہ دستیاب وسائل سے زیادہ سے زیادہ حصص کے لئے مقابلہ کرتے ہیں۔اس کے نتیجے میں تمام اسٹیک ہولڈرز کی طرف سے قابل قدر اور سپورٹ والی پالیسیاں ہی نافذ ہو جاتی ہیں۔اچیمورا (۱۹۸۹) دلیل دیتے ہیں کہ ترقی پذیر ممالک میں معاشی عوامل کو نہ صرف معاشی پالیسیوں کی تشکیل کے دوران ہی سمجھا جاتا ہے بلکہ غیر معاشی عوامل بھی اس سلسلے میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔(۱) پاکستان بھی بطور ترقی پذیر ملک ان تمام خصوصیات کو فروغ دینے والے ممالک میں شامل ہے۔اس مقالے میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ پولیٹکل اکانومی پاکستان کی معیشت کسی طرح تعین کرتی ہے۔

تعارف

سیاسی اکانومی مالی مسائل واضح کرنے کی تین مراحل پر تجزیہ کرتی ہے۔اول تو ملک کی معاشی حالت پر غور کرتے ہوئے یہ ظاہر کرتا ہے کہ پالیسیاں کس طرح ڈیزائن کی جاتی ہیں اور وسائل کو کس طرح متحرک کیا جاتا ہے۔ دوئم، طے شدہ پالیسیوں کی منظوری اکثریتی حمایت کے ذریعے کی جاتی ہے۔ سوئم، منظور شدہ پالیسیوں کو نافذ کروایا جاتا ہے۔ان تینوں مراحل میں سیاسی اور معاشی عوامل کا اہم کردار ہوتا ہے۔

پاکستان ۲۰۰ ملین آبادی کے ساتھ چار صوبوں پر مشتمل ایک وفاقی ملک ہے۔ امریکہ کی طرح پاکستان میں بھی وفاقی اکائیوں میں آبادی اور جغرافیہ کے لحاظ سے کافی فرق ہے۔ مثلاً جہاں پنجاب میں ملک کی کل آبادی کا تقریباً نصف آبادی رہائش پذیر ہے، وہاں بلوچستان مجموعی رقبے کے لحاظ سے پانچ فی صد آبادی والا صوبہ ہے اور اس کا رقبہ ۴۵ فی صد ہے۔

پاکستان کی سیاسی اکانومی متحرک لیکن غیر یقینی سیاست کی وجہ سے پیچیدہ ہے۔ ۱۹۴۷ء سے اب تک ملک پر فوج نے تقریباً ۳۰ سال حکمرانی کی ہے۔ یہاں تک کہ جمہوری ادوار میں بھی ملک کی پالیسیوں میں فوج کا اہم کردار رہا۔ موقع پرست سیاسی طبقے کے ساتھ ملک ایک ایسا تعمیری اور متحرک سیاسی عمل پیدا کرنے میں ناکام رہا جو سیاسی اداروں کو مضبوط بنا سکے۔ یہ جدید ترین ایٹمی ہتھیار اور میزائل تو تیار کر سکتا ہے مگر ابھی تک کرینک شافٹ تیار کرنے میں ناکام ہے۔ ملک میں صرف ایک ناکارہ اور اینٹی کو یٹڈ اسٹیل پلانٹ ہے جو ۱۹۷۰ ء کی دہائی میں سوویت یونین کی مدد سے قائم کیا گیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود کیمیکل آٹو موبائل اور الیکٹرونک سامان اب تک تیار نہیں کر سکا (کوہن، ۲۰۰۶). ۱۹۵۰ء میں معیشت تقریباً ٦ فیصد تک تھا تاہم ۲۰۱۴ سے تقریباً ملک کا ۵۰ فیصد سے زیادہ حصّہ غربت میں رہتا ہے۔ (پاکستان ۲۰۱۳-۱۴)۔ (۲)

وہ عوامل جنہوں نے معیشت میں عدمِ توازن اور آبادی کے مختلف علاقوں اور حصوں میں فرق پیدا کیا، ان میں سے چند یہ ہیں (۱) کئی دہائیوں تک معیشت کا چند ہاتھوں میں آجانا (۲) ۱۹۷۰ء کی دہائی میں قومیانے کی ناکام کوشش (۳) ۱۹۸۰ء کی دہائی میں گھریلو قرضوں اور سماجی شعبے کی مجموعی غفلت اور (۴) وسیع پیمانے پر بد عنوانی، (۵) ۱۹۹۰ء کی دہائی میں غیر ذمہ دارانہ اور ضرورت سے زیادہ اخراجات اور (٦) ۲۰۰۰ء کی دہائی میں ببل اکانومی وغیرہ۔

اگرچہ پاکستان کی سیاست اور معیشت پر کافی مقدار میں تحریری مواد موجود ہے جو مختلف پہلوؤں کی وضاحت کرتے ہیں۔ تاہم اس پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ پاکستان کی معاشی سیاست پر گفتگو کرنے کے لئے تنقیدی تحقیق کی ضرورت ہے جو ان مسائل کو اجاگر کر سکے جو ملک کی معاشی سیاست کی بقاء اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ اس عمل میں کئی پہلو اور عناصر کارفرما ہیں۔ تاہم اس میں سے اہم پالیسی ہے۔

اس لئے اس تحقیق کا مقصد پاکستان میں مالیاتی پالیسی سازی کے مختلف پہلوؤں کا گہرائی سے جائزہ لینا ہے۔اس مقالے میں سب سے پہلے پاکستان میں پبلک فنانس اور مالی پالیسی سازی کا مختصر ذکر ہے اور معاشی اور سیاسی عوامل کی تحقیقات ہیں جو مالیاتی پالیسی سازی کے عمل کو متاثر کرتے ہیں۔دوسرا اس میں ان رکاوٹوں پر تبادلہ خیال کیا گیا ہے جو کہ مالی پالیسی بنانے میں حائل ہوتی ہے۔اس کے علاوہ یہ مقالہ پالیسیوں کی خوبیوں اور کمزوریوں پر بحث کرتا ہے جو کہ معیشت کے دیگر بنیادی عوامل پر اثرانداز ہوتی ہیں۔

۱۔وسائل کی سودے بازی اور سیاسی معیشت

پاکستان جیسے وفاقی ملک میں وسائل کی شراکت نظریاتی سودے بازی کے کھیل کے اصولوں کے تحت ہوتا ہے۔ بڑے حصہ داروں کے مابین وسائل کی سودے بازی کے کھیل میں کمزور حصہ داروں کے زیادہ وسائل حاصل کرنے کے مواقع کم ہوتے ہیں۔اس سے ایسی صورتحال پیدا ہوتی ہے کہ جہاں ایک غالب گروہ اور بعض گروہوں کے مفادات و ترجیحات عوامی پالیسیوں میں زیادہ سے زیادہ جھلکتے ہیں۔ پاکستان میں مالی پالیسی سازی میں غالب صوبے کو بجٹ سے زیادہ وسائل حاصل ہونے کا امکان ہوتا ہے، طاقتور اور بااثر صوبے کی طرف سے عوامی پالیسی سازی کی حوصلہ افزائی کی وجہ سے سماجی شعبے میں وسائل کو مختص کرنے کے عمل سے چھوٹے اور کمزور صوبے متاثر ہوتے چلے جائیں گے۔ پالیسی کے فیصلے نہ صرف سماجی اور معاشی خدمات کو مختص کرتے ہیں۔بلکہ وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے مابین وسائل کی تقسیم بھی اتنی ہی متاثر ہوتی ہے۔

پاکستان کی مالی تاریخ پر نظر ڈالنے والا یہ محسوس کر سکتا ہے کہ اعلیٰ سرکاری اخراجات خصوصاً غیر ترقیاتی اخراجات کی وجہ سے ایک غیر مستحکم مالی خسارے کا سامنا کرنا پڑا۔اس کی بڑی وجہ وینگسیٹ (۱۹۸۱) کے نظریہ تقسیم شرح تنازعات کی مثال ہے جہاں جغرافیائی، سماجی اور نسلی تنوع عوامی شعبے کے اخراجات کو قابلِ انتظام سطح پر ایک قابلِ عمل کام کو لانے میں کامیاب بناتا ہے۔بجٹ سازی کے وقت ہر جغرافیائی خطہ، نسلی گروہوں اور طبقات اپنے اپنے حق میں زیادہ سے زیادہ وسائل مختص کروانے کی کوشش کرتے ہیں۔

پاکستان کی سیاسی معیشت کا ڈھانچہ جزوی طور پر لاک ووڈ (۲۰۰۲) کے ماڈل سے مماثلت رکھتا ہے۔ یہ ماڈل آبادی کے لحاظ سے فیڈریشن کے دوسرے صوبوں پر واضح طور پر ایک صوبے کے تسلط پر تبادلہ خیال

کرتا ہے۔ غالب صوبہ پنجاب منصوبے کے انتخاب اور فنڈ مختص کرنے کے لئے اپنی غیر متناسب قانون سازی اور انتظامی معروضات کو بروئے کار لاتا ہے۔ ملک کی ۵۸ فی صد آبادی کے ساتھ پنجاب، عوامی پالیسی سازی میں مقدم غلبہ حاصل کرتا ہے۔ جمہوری حکومتوں کے دوران، یہ صوبہ قومی اسمبلی میں اپنی اکثریت کی وجہ سے منصوبوں کے انتخاب میں سرِ فہرست رہتا ہے۔ اسی طرح آمرانہ حکومتوں کے دوران، پنجاب کو عوامی وسائل کے بڑے حصے کو غیر متناسب طور پر راغب کرنے میں برتری حاصل ہے کیونکہ اکثریت فوجی اور سول بیوروکریٹک اہلکار اسی صوبے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس طرح اس "غیر اشتراکی" تقسیم کی فیڈریشن میں ایک وفاقی اکائی فیڈریشن کی آدھی سے زیادہ آبادی والی نمائندگی کے باعث عوامی اداروں اور جغرافیائی طور پر بھی، موروثی طور پر زیادہ حصّہ حاصل کر لیتی ہے۔

تاہم صوبوں کے درمیان جانبداری سے بچنے کے لئے یہ غالب صوبہ کچھ منصوبوں کو چھوٹے صوبوں کے سپرد کر دیتا ہے۔ یہ بات قابلِ غور ہے کہ چھوٹے صوبوں کے لئے غالب صوبے کے مقابلے میں منصوبے وصول کرنا اتنا آسان نہیں ہے اس کے برعکس مؤخرالذکر کے لئے مختص کئے گئے منصوبے اس کے علاوہ ہیں کہ پہلے سے غالب صوبے کو کیا دیا جائے گا۔ اس لئے قومی بجٹ کا حجم بڑھانے اور بجٹ خسارے کو خراب کرنے کا باعث بنتا ہے۔

جمہوری حکومتوں میں بجٹ خسارہ ہمیشہ زیادہ رہا ہے۔ یہ رجحان کسی حد تک علینا اور طبلینی (۱۹۹۰) کی پیشن گوئیوں کی پاسداری کرتا ہے۔ سیاسی معیشت کا یہ ماڈل واضح کرتا ہے کہ عوامی اخراجات اور بجٹ کا خسارہ منتخب حکومتوں کے دوران زیادہ رہتا ہے کیونکہ سیاستدان اپنے علاقے اور حلقوں کو زیادہ سے زیادہ دینے کے لئے ترجیح دیتے ہیں۔ (علینا اور طبلینی ۱۹۹۰).

موجودہ سیاستدان اس خوف کی وجہ سے کہ ووٹ نہیں ملے گا اور حریف آگے نکل جائے گا وہ غیر پیداواری منصوبوں کی مالی معاونت کرتا ہے یا موجودہ کو برقرار رکھنے کے لئے کوشش کرتا ہے لہٰذا اپوزیشن کو حکومت سے دور رکھنے کے لئے ملک کا نقصان ہو جاتا ہے۔ اس طرح جمہوری حکومتوں میں پاکستان کو آمرانہ حکومت سے زیادہ بجٹ خسارہ برداشت کرنے کی نشانیاں ملتی ہیں کیونکہ آمرانہ حکومتوں کے برعکس جمہوری

حکومت اقتدار میں آنے کے لئے عوامی حمایت پر ان کے انحصار کی وجہ سے عوامی شعبے کے ترقیاتی پروگراموں پر زیادہ خرچ کرنے کا امکان ہوتا ہے۔ پس اس طرح یہ بڑی بجٹ خسارے کا باعث بنتے ہیں۔

۲۔ عوامی آمدنی اور اخراجات

ایک مرکزی فیڈریشن کی حیثیت سے آمدنی کا کثیر حصہ (۸۰ فی صد سے زیادہ) وفاقی حکومت کی طرف سے جمع کیا جاتا ہے۔ لہٰذا عوامی اخراجات کا ۶۵ فی صد سے ۷۰ فی صد تک بھی وفاقی حکومت دیتی ہے۔ (ایف بی ایس کے کئی شمارے) صوبائی حکومتیں آمدنی کا (۱۷-۱۸ فی صد) جمع کرتی ہیں جبکہ مقامی حکومتیں ۲ فی صد جمع کرتی ہیں۔ وفاقی حکومت جمع شدہ وسائل کو این ایف سی ایوارڈ کے تحت صوبوں کو منتقل کرتی ہیں۔ اس منتقلی میں براہ راست قرضے اور کریڈٹ، صوبوں کے ریونیو شیئرز اور خصوصی امداد شامل ہیں۔ (پاشا اور فاطمہ ۱۹۹۹ء)۔

۱۹۷۳ء کے آئین کی وفاقی قانون سازی کی فہرست ٹیکس اور ڈیوٹیز کی وضاحت کرتی ہے جو وفاقی حکومت جمع کر سکتی ہے۔ جو چیز وفاقی قانون سازی کی فہرست میں شامل نہیں ہے وہ صوبائی یا مقامی حکومتیں جمع کر سکتی ہیں۔ جدول نمبر ۱ حکومت کی مختلف ٹیکسوں کی براہ راست اور بالواسطہ وصولی کی تقسیم کو ظاہر کرتا ہے۔

Government(s)	Direct taxes	Indirect taxes
Federal Government	Income tax Corporate tax Wealth Tax Property tax	Sales tax Excise duty Imports duty Exports duty Gas & petroleum surcharges Foreign travel tax
Provincial Government	Land revenue Urban Immovable property tax Agriculture income tax Capital gains tax Tax on professions, trades and callings	Stamp duty Motor vehicle tax Entertainment tax Excise duty Cotton fee Electricity duty

بحوالہ: زیدی، ۱۹۹۹

یہ بات قابل توجہ ہے کہ ملک میں ٹیکس کے بنیادی نظام میں کئی چھید موجود ہیں۔ مزید برآں ٹیکس انتظامیہ زراعت کے شعبے کو آگے بڑھانے میں ناکام رہی ہے۔ جس کی وجہ پاکستانی معاشرے کے بااثر افراد، زمیندار، بزنس مین اور دولتمند سیاستدان ہیں جو ٹیکس کے نظام کے دائرہ کار میں نہیں آسکے۔ (عزیز، ۲۰۰۹)۔ یقینی طور پر پاکستان میں ٹیکس کے ڈھانچے کو سخت اصلاحات کی ضرورت ہے لیکن مشاہدہ کار یہ جان سکتے ہیں کہ ہمیشہ پیوستہ مفادات نے اصلاحات کو ناکام بنایا ہے جو ان کی قائم کردہ مراعات کو چیلنج کر سکتے ہیں۔ پاشا (۱۹۹۵) سمیت کئی سکالرز کا مؤقف ہے کہ ماضی میں ٹیکس نظام میں تمام مطلوبہ اصلاحات کو بااثر طبقے نے مایوس کیا ہے۔ پاشا مزید کہتے ہیں کہ "پاکستان میں ہر بڑی ٹیکس کے رعایت کے پیچھے ایک معزز اور مضبوط گروہ موجود ہے۔ ہر گروہ نے خود کو ایک مؤثر لابنگ گروپ کے طور پر منظم کیا ہے۔ جنہوں نے نہ صرف سیاسی حوالے سے بلاتامل اپنی طاقت کا مظاہرہ کیا بلکہ زیادہ آسان لفظوں میں پارٹی عطیات کے ذریعے با اثر سیاستدانوں کی حمایت وغیرہ کے ذریعے اپنے آپ کو ہمیشہ ہر طرح کے ٹیکس سے چھوٹ حاصل کر لیتے ہیں۔"

ملکی اور قومی مفاد میں ریاست مختلف صنعتی حصوں کو آگے بڑھنے کے لئے ٹیکس میں نرمی کرتی ہے۔ جو بظاہر مخصوص علاقوں میں نئی سرمایہ کاری کو یقینی بنانے کیلیے ہے تاہم یہ فری ٹیکس زون کاروبار اور سرمایہ کاری کر کے فروغ دینے میں ناکام رہے ہیں۔ بلکہ اس طرح کے ٹیکس سے آزاد کارخانوں کے ذریعے بہت سے کاروباری اداروں کو محفوظ پناہ گاہ فراہم ہو جاتی ہے۔ اور لوگوں کے ٹیکس معاف کئے جاتے ہیں۔ اور اس طرح حکومت اندرونی اور بیرونی قرضوں میں جکڑ جاتا ہے اور جو معیشت کے پہیے کو آگے چلنے سے قاصر کر لیتا ہے۔ (مزید تفصیل کے لئے ٹیبل نمبر ۲ دیکھیں)۔

Table- 2. Tax to GDP ratio (Overall and For Individual Taxes of the Federal Govt.)

Year	Current											Others	Total Tax – to-GDP ratio
	Income Tax	Corporation Tax	Wealth Tax	Gift Tax & Estate Duty	Workers Welfare Tax	Capital value Tax	Customs Duties	Federal Excise Duties	Sales Tax	Surcharge	Stamp-non-Judicial		
1979-1983	1.972	0.570	0.039	0.006	0.011	0.000	5.646	4.131	1.115	0.595	0.002	0.000	14.086
1984-1988	2.084	0.036	0,001	0,000	0,013	0,000	0,068	3,397	1,218	0,000	0,000	0,000	12.816
1989-1993	2,291	0,010	0,035	0,000	0,050	0,000	50887	2,888	1,992	0,000	0,000	0,000	13.154
1994-1998	3,586	0,000	0,101	0,000	0,033	0,037	4,133	2,537	2,403	0,000	0,000	0,000	12.831
1999-2003	3,216	0,000	0,058	0,000	0,107	0,022	1,693	1,441	3,641	0,000	0,000	0,000	10.178
2004-2008	3,246	0,000	0,000	0,000	0,104	0,051	1,711	0,845	3,945	0,000	0,000	0,009	9.911
2009-2010	3,854	0,000	0,000	0,000	0,108	0,043	1,299	0,949	3,905	0,000	0,000	0,378	10.536

بحوالہ: ہینڈ بک آف سٹیٹکز ان پاکستان اکانومی، سٹیٹ بینک آف پاکستان (۲۰۱۰)اور لکھاری کے اپنے اطلاع

جیسا کہ نیچے دیئے گئے ٹیبل نمبر ۳ میں بتایا گیا ہے جی ڈی پی میں کل اخراجات کا حصہ ۸۳-۱۹۷۹ میں ۲۱ء۱۶ فی صد سے بڑھ کر ۸۸-۱۹۸۴ میں ۲۴ء۲۱ فی صد رہا ہے پاشا اور فاطمہ (۱۹۹۹)اس عرصے میں دفاعی اخراجات میں اضافے کی مندرجہ ذیل وجہ بتاتے ہیں۔"ابتدائی ایک یا دو سالوں میں جمہوری حکومتیں اس تناسب کو کم کرنے کی کوشش کرتی ہیں تاکہ وہ محفوظ محسوس کر سکیں۔اس میں اضافہ اس وقت شروع ہوتا ہے جب وہ سیاسی مخالف میں شدت کا تجربہ کرنے لگتے ہیں پھر وہ دفاعی بجٹ میں اضافے کا رجحان رکھتے ہیں۔" جیسا کہ ۹۰-۱۹۸۹ میں بے نظیر حکومت نے کیا اور پھر نواز شریف حکومت نے ۹۳-۱۹۹۲ میں کیا (پاشا اور فاطمہ ۱۹۹۹')۔

معاشی اور سماجی خدمات پر اخراجات اس وقت خراب ہونے لگے جب ملک نے ۱۹۸۰ کی دہائی میں اپنے قومی بجٹ کے سائز کو کم کرنا شروع کیا جو بعد کے عشروں میں مزید کم ہوتا رہا جب بین الاقوامی مالیاتی اداروں نے حکومت کے حجم کو کم کرنے کیلئے سخت زور دیا تاکہ مالیاتی خسارے کو کم کیا جا سکے۔اس طریقہ کار پسماندہ سماجی اور معاشی خدمات کو بھی کم کیا اور اس سے لاکھوں غریب شدید متاثر ہوئے۔

Table-3. Expenditure to GDP Ratio (overall and for Individual Exp. Of the Fed. Govt.)

year	Current											Development expenditure	Total exp. GDP Ratio
	General Administration	Defuse	Law & Order	Community Services	Social Services	Economic Services	Subsidies	Debt Ser... Investible	Grant to Provinces	Un-allocable	Others		
1979-1983	0.75	6.35	0.40	0.32	0.50	0.54	0.90	4.16	0.00	0.00	0.00	2.28	16.21
1984-1988	1.05	7.63	0.40	0.34	0.68	0.39	0.78	7.98	0.00	0.05	0.00	2.11	21.42
1989-1993	0.93	7.33	0.41	0.30	0.66	0.33	0.91	7.87	0.59	0.21	0.00	1.95	21.49
1994-1998	0.97	5.99	0.36	0.26	0.46	0.12	0.31	8.69	0.58	0.27	0.00	1.00	19.02
1999-2003	1.01	4.00	0.25	0.21	0.29	0.20	0.60	8.25	1.01	0.41	0.00	0.63	16.86
2004-2008	N/A	3.24	N/A	0.00	0.00	0.00	0.00	2.11	0.00	0.00	10.18	1.92	17.45
2009-2010	N/A	2.65	N/A	0.00	0.00	0.00	N/A	N/A	0.00	0.00	11.46	2.13	16.24

بحوالہ: ہینڈ بک آف سٹیٹکز ان پاکستان اکانومی، سٹیٹ بینک آف پاکستان (۲۰۱۰) اور لکھاری کے اپنے اطلاع

۳۔ پبلک سیکٹر کے کمزور افعال کی وجوحات

ایلیٹ اجارا داری اور کرپشن نے پاکستان میں عوامی شعبے کی کارکردگی کے لئے سنگین چیلنجوں کو جنم دیا ہے کیونکہ ایلیٹ اجارا داری عوامی اخراجات کو غیر پیداواری اور جارِحانہ منصوبوں پر خرچ کرتے ہیں جس میں مجموعی طور پر بجٹ کی پوزیشن پر منفی اثر پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر، بجٹ کے خسارے کے باوجود وسائل کو کم فوجی اخراجات پر تقریباً بجٹ کا ایک تہائی حصہ استعمال ہوتا ہے۔ (صدیقہ، ۲۰۰۷) بجٹ کی روکاوٹوں اور اعلٰی غیر ترقیاتی پبلک اخراجات کو دیکھتے ہوئے حکومتوں کو کم ہدف رکھنے یا سماجی شعبے پر سرمایہ کاری کو کم کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے جیسے صحت اور تعلیم، سڑکوں اور بندرگاہوں کا بنانا اور غربت کے خاتمے کے لئے فنڈز رکھنا وغیرہ شامل ہیں اس سے یہ نشاندہی ہوتی ہے کہ غیر پیداواری مالی ترجیح بڑی حد تک عام طور پر عوام کے بجائے مخصوص گروہوں کے مفادات کو حاصل کرنے کے لئے بروئے کار لایا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ جو بھی ترقیاتی اخراجات کئے جاتے ہیں اس میں پبلک سیکٹر کے کے منصوبوں کے انتخاب کا طریقہ کار مخصوص گرہوں کی ضروریات اور ترجیحات سے مطابقت نہیں رکھتا۔ نتیجتاً منصوبے سماجی خدمات میں مئوثر اور یقینی طور پر مفید ثابت نہیں ہوتے۔ اسطرح زیادہ سے زیادہ مرکزی ادارہ جاتی ساخت اور

کمزور منصوبہ بندی عمل درآمد اور نگرانی کے طریقہ کار نے سماجی خدمات کی دفعات کو غلط قرار دینے کا باعث بنایا ہے۔ کمیونٹیز کی شناخت کرنے میں بھی ناکام رہا ہے۔ رہائشی اسکیم اور زرعی مشینری کے لئے قرضے ۱۹۹۰ کی دہائی میں اہم مثالیں ہیں جو کہ ناکام رہے ہیں۔ اور نتیجتاً فنڈز اشرافیوں کے جیبوں میں چلے جاتے ہیں (بنگالی اور احمد ۲۰۰۱؛ فاطمہ اور احمد ۲۰۰۱؛ حسنین ۲۰۰۸) بنگالی (۲۰۰۲) پاکستان میں بہتر شعبے کی حوالگی کے لئے ایک حل بتاتا ہے کہ عوامی شعبے کو لازمی طور پر صوبائی اور مقامی حکومتوں کے حوالے ہونا چاہیئے۔ اس طرح کی دلیل مالی وفاقیت پر لکھی گئی کتابوں کی حمایت حاصل کرتی ہے جو بنیادی پبلک سیکٹر کی سرمایہ کاری کے لئے ڈی سنٹرلائیزیشن کو ترجیح دیتی ہے۔ (اوٹس، ۱۹۷۲) جیسا کہ کہتا ہے کہ اگر فنڈز کی فراہمی نچلی حکومت کے سپرد کی جاتی ہیں اور ان کے پاس ادارے ہوں تو یہ حکومتیں کسی حد تک مئوثر ثابت ہوتی ہیں۔ یہ مفروضہ اس بات کی دلیل دیتا ہے کہ اگر غیر مرکزی حکومتیں بہتر علاقائی معلومات کے ساتھ ان اخراجات کو اپنے ہاتھ میں لیں تو وسائل زیادہ بہتر انداز میں خرچ ہو سکیں گے۔

۴۔ مالیاتی فیصلہ سازی کے اراکین:

پاکستان میں سیاسی اور معاشی معاملات کو اسٹیبلشمنٹ نے زیادہ حد تک قابو کیا ہوا ہے۔ اسٹیبلیشمنٹ میں اعلیٰ فوجی افسران، سول بیوروکریسی کے اراکین، عدلیہ کے اہم ارکان، بڑے زمیندار اور بڑے شرفاء شامل ہیں (کوہن، ۲۰۰۶) پاکستان کے دیگر اہم علاقے کی طرح معیشت اور سیاست میں مالی پالیسوں کی تشکیل میں اشرافیے مرکزی کردار ادا کرتے ہیں بین الاقوامی مالیاتی اداروں اور ڈونرز ممالک کی طرف سے غیر ملکی قرضے اور استحکام پر بھاری انحصار کی وجہ سے مالی پالیسی میں اسٹیبلشمنٹ کی ہدایات اور تجاویز بھی شامل ہوتی ہیں۔ مزید برآں، وحید (۲۰۰۱) کہتے ہیں کہ عدالت اور میڈیا کا بھی مالیاتی فیصلہ سازی میں مؤثر کردار ہے۔ احمد اور امجد (۱۹۸۴) کے مطابق ان میں عام شہری گروہ اور مزدور گروہ بھی شامل ہیں۔ پاکستان میں کلیدی فیصلہ سازی میں محنت کشوں کے تاریخ ساز کردار کے باوجود ہماری تحقیق بتاتی ہے کہ وہ پاکستان کی سیاسی معیشت کے تعزیراتی فیصلوں پر کوئی اثرانداز ہونے میں زیادہ مؤثر نہیں ہیں۔ اسی طرح شہری گروہ پاکستان کی سیاسی معیشت میں نسبتاً مضبوط کردار ادا کرتی ہے لیکن اس کو متحرک اور فعال ہونے کی ضرورت ہے تاکہ

بنیادی قومی معاملات میں ایک مؤثر کردار ادا کر سکے۔ جس میں ان کے حق میں مالی فیصلہ سازی کے دوران تبدیلی کے لئے ایک معمولی دباؤ کو برقرار رکھنے کی ضرورت ہو۔

پاکستانی فوج جس نے اس ملک پر ۳۱سال سے زیادہ حکومت کی ہے اُن کا کردار بیشتر عرصے تک ملک پر جس آمرانہ حکومت نے حکمرانی کی اس میں سیاسی معیشت کے ہر پہلو پر غالب نظر آتا ہے شیرانی، (۲۰۰۶)، حسنین (۱۹۹۹) اور وحید (۲۰۰۱) اس نقطہ نظر کے حامی ہیں کہ سویلین حکمرانی کے دوران بھی فوج نے نہ صرف ایک اہم اور مضبوط کردار ادا کیا بلکہ اس کے پاس ایک قابلِ ذکر مالیاتی فیصلہ سازی کی طاقت بھی رہی ہے۔ خان (۲۰۰۳) کا خیال ہے کہ فوج سب سے اہم فیصلہ ساز رکن ہے باوجود اس کے کہ براہ راست حکمرانی ہو یا نہ ہو، فوج نے پاکستانی معیشت کی فیصلہ سازی میں اہم کردار ادا کیا ہے اور کر رہا ہے۔ فوجی اخراجات کو دیکھتے ہوئے ۱۹۵۰ کی دہائی کے بعد سے ہر مالی سال میں ۱۰ فیصد پر اوسط شرح سے اضافہ ہوا جو مالی پالیسی سازی میں فوج کے اہم کردار کو اجاگر کرتا ہے۔ عسکری قیادت سیاستدانوں اور دیگر اربابِ اختیار پر آمرانہ یا پھر غیر مربوط انداز میں اثرانداز رہی ہے تاکہ فوج کی ملکیت میں براہ راست مخصوص بڑے کاروباری اداروں کو پبلک فنانس کی مالی معاونت کو یقینی بنایا جا سکے، جیسے عسکری بینک اور نیشنل لوجسٹک سیل (صدیقہ ۲۰۰۷)۔

مالیاتی پالیسی سازی میں دوسرا اہم گروہ سیاسی جماعت ہے۔ سیاسی جمہوریت میں بار بار اور سخت فوجی مداخلت کی وجہ سے سیاسی ثقافت مضبوط جڑیں لینے میں ناکام رہی جس کے نتیجے میں سیاستدانوں نے فوج کو براہ راست قبول کیا اور ان کا ساتھ دیا تاکہ وہ اپنے ہی مفادات کو بچا سکیں۔ سیاستدانوں کی کوشش رہی ہے کہ وہ فوج کے کردار کو چیلنج نہ کرے۔ کیونکہ اُن کے مفادات فوج سے وابستہ ہیں۔ حقیقت میں وہ بنیادی پالیسی کے فیصلوں کو فوج اور کسی حد تک مضبوط کاروباری طبقے کے سپرد کر دیتے ہیں۔ اور وہ اپنی ذاتی مراعات اور مفادات کا تحفظ اور فروغ میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں اور فوج کو حکمرانی کرنے میں وہ ان کو طول دینے کو یقینی بناتے ہیں۔ اس طرح مالی پالیسی سازی میں سیاستدانوں کا کردار نہ تو ترقی اور ترقی پر مبنی رہا اور نہ ہی وہ اپنے حلقے کے لئے کچھ کر سکے کیونکہ ان کو دوبارہ بھی جیت کر پارلیمنٹ آنا ہوتا ہے اور اس لئے وہ فوج پر زیادہ منحصر ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے وہ بنیادی طور پر انتخابی حلقوں کے کمزور کلچر اور سیاسی عملداری میں غیر جمہوری قوتوں

کی دائمی مداخلت کی وجہ سے اپنے حلقوں کے سامنے جوابدہ نہیں ہیں۔اس لئے وہ جو کرتے ہیں اپنے مفادات کو تحفظ دینے کے لئے ہی کرتے ہیں۔

مالی پالیسی کی بڑی حد تک عکاسی سالانہ بجٹ میں ہوتی ہے اور بجٹ سازی آئینی طور پر وزارتِ خزانہ کی ذمہ داری ہوتی ہے اور عوامی نمائندوں سے مشاورت لیتے ہیں۔مالی پالیسی میں وزارتِ خزانہ اور پلاننگ کمیشن کا کردار زیادہ پیشہ ورانہ ہوتا ہے۔ وزارتِ خزانہ کا اہم کام ریاستی خزانے کا تحفظ، وفاقی حکومت کا سالانہ بجٹ تیار کرنااور معاشی پالیسیوں پر عمل کرنا ہے۔تاہم وزارتِ خزانہ کا پیشہ ورانہ کردار اکثر خطرے میں پڑ جاتا ہےاور حکمران طبقے کی سیاسی اور ادارہ جاتی ضروریات کا شکار ہو جاتا ہے۔سیاستدانوں کی تجویز کردہ کچھ پالیسیوں میں عوامی حمایت ہوسکتی ہے لیکن ضروری نہیں کہ وہ معاشی ترقی کے لئے پائیداراور دلچسپ ہو۔اس کے نتیجے میں سیاسی طور پر حوصلہ افزائی کرنے والے فیصلوں کے ساتھ ساتھ بار بار بیوروکریٹک مداخلت کے ساتھ وزارت کی پیشہ ورانہ صلاحیت کو بڑی حد تک متاثر کیا ہے۔اوراس طرح فنانس کی منسٹری ایک مستحکم اور پائیدار پالیسی مہیا کرنے میں ناکام رہا ہے۔

وزارتِ خزانہ کے مقابلے میں منصوبہ بندی کمیشن ایک بھرپور ادارہ ہے اور ۱۹۵۸ سے اس میں کافی تبدیلیاں آئی ہیں۔ یہ ایک انتہائی تکنیکی وجود رکھتی ہے۔اس کے ممبران نہایت مہارت والے ہوتے ہیں۔ یہ مختلف شعبہ جات کی تکنیکی ممبران پر مشتمل ہے جس کی مہارت معاشرتی علوم کے مختلف خصوصی شعبوں سے اچھی طرح سمجھ رکھنے والے لوگ ہوتے ہیں۔(خان، ۲۰۰۳) اپنے قیام کے ابتدائی سالوں میں، خصوصاً ۱۹۶۰ کی دہائی میں، کمیشن نے معیشت کو تیزی سے صنعت کاری میں تبدیل کرنے کی حکمتِ عملی مرتب کرنے سے متعلق ملک کی معیشت کی ترقی میں مرکزی کردار ادا کیا۔تاہم، آنے والے سالوں میں اس نے مرکزی منصوبہ بندی اور اپنے اہلکاروں کی اہلیت کا اپنا دائرہ کھو دیا۔اس کے بعد میں میکرواکنامک اور پائیدار سماجی و معاشی ترقی سے متعلق ملک کے وسیع تر منصوبہ بندی کے معاملات کے حوالے سے وفاقی حکومت کو راہنمائی فراہم کرنے میں کمیشن کی ناکامی ہوئی۔(احمد اور امجد، ۱۹۸۴) انصاری (۲۰۰۱) کے مطابق منصوبہ بندی کمیشن کا کردار غیر فعال بنانے کے ذمہ دار سیاسی حکمران اور فوجی طبقہ ہے جو مستقل طور پر کمیشن کے کام میں مداخلت کرتا رہا ہے۔تاکہ وہ اپنے مفادات کا تحفظ کر سکے۔مالی پالیسی سازی میں ایک اور اہم کردار بیوروو

کریسی کا ہے۔ بیورو کریسی کسی بھی ملک میں سرکاری معاملات کو چلانے کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ (شفقت ۱۹۹۹) بیورو کریسی کا بنیادی کام یہ ہوتا ہے کہ موجودہ حکومت کے فیصلوں پر عمل کرا سکے۔ عام طور پر پاکستان میں بیورو کریسی کا کردار یہ ہے کہ وہ حکومت میں عوامی نمائندوں کی طرف سے جو پالیسی وضع کی جاتی ہے ان کو عملی طور پر نافذ کرے۔ لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ ان پالیسیوں پر عمل کے ساتھ ساتھ اپنوں نے اپنے لئے پالیسی سازی میں حصہ لینے میں کافی آگے آگے ہوتے ہیں۔ چونکہ بیورو کریسی منتخب نہیں ہوتی بلکہ مستقل طور پر سرکاری ملازمین کی حیثیت سے بھرتی ہوتی ہے، عوام تک پہنچانے میں ناکام ہونے کی صورت میں اس کا احتساب نہیں ہوتا ہے۔ یہ ماننا سادہ لوحی ہوگا کہ بیورکریسی کے پالیسی سازی کے فیصلے عام لوگوں کی امنگوں کی عکاسی کر سکتے ہیں۔ (کینڈی، ۱۹۸۷؛ شفقت، ۱۹۹۹)۔

اس کے علاوہ آئی ایم ایف بھی بجٹ سپورٹ اور دیگر ترقیاتی منصوبوں کے لئے پاکستان کو فراہم کردہ فنڈز کی بڑی مقدار کی وجہ سے مالی پالیسی سازی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ ملک کو مجموعی امداد کا ۸۰% سے زائد عالمی بینک، آئی ایم ایف اور ایشیائی ترقیاتی بینک سے آتا ہے (انور، ۲۰۰۶ء) عالمی بینک (۲۰۰۴ء) کے اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ پاکستان ۱۰ نمبر پر امداد وصول کرنے والے ممالک میں شامل ہے جو ورلڈ بینک کو ملک کا سب سے بڑا بیرونی مالی ذریعہ قرار دیتا ہے۔ دوسرا بڑا ذریعہ ADB رہا ہے ADB (۲۰۰۲) کے مطابق انڈونیشیاء کے بعد بینک کا دوسرا بڑا قرض دہندہ پاکستان رہا ہے۔ مندرجہ بالا اداروں کی وجہ سے کئی ممالک ان اداروں کے خود ساختہ پالیسیوں کو اپنا لیتے ہیں جس کی وجہ سے کئی ترقیاتی منصوبے ادھورے رہ جاتے ہیں۔ ان ہی اداروں کی وجہ سے ملکی مفادات کو مدِ نظر رکھ کر پالیسیاں نہیں بنائی جا سکتی۔

آخر میں جیسا کہ ہر ملک میں پریشر گروپ ہوتے ہیں اس طرح پاکستان میں بھی تجارتی طبقہ ایک پریشر گروپ ہے۔ مگر ان کا کردار زیادہ مضبوط نہیں ہے۔ لیکن کچھ پیشہ ورانہ گروپس چیمبرز اور بیورز کا کردار سالانہ معاشی پالیسی میں نظر آتا ہے۔ ان گروپس میں حکومتی پالیسی کو کمزور کرنے کی صلاحیت ہے۔ مثال کے طور پر کاروباری تنظیموں کی شدید مزاحمت کی وجہ سے متعدد حکومتوں کی کوششوں کے باوجود سرمایہ ٹیکس کی پالیسی ابھی تک نافذ نہیں ہو سکی۔ خاص طور پر جب بھی پاکستان مسلم لیگ (نواز) اقتدار میں آئی ہے؛ اس کی

کاروباری رجحان سے متعلق پالیسیاں واضح طور پر بڑے کاروبار کے لئے ایک راستہ ہموار کرتی ہیں اور اسی وجہ سے کاروباری طبقے کی اہم تجاویز کو حتمی بجٹ میں شامل کر دیا جاتا ہے۔

حاصل کلام

مالی پالیسی پر فیصلے ہمیشہ فوجی اور انتظامی اربابِ اختیار کے زیرِ اثر رہے ہیں۔ یہ جو افسر شاہی پر زیادہ انحصار ہے مالی پالیسی بنانے میں یہ اس لئے کہ پاکستان کی معیشت پر آمرانہ قوتوں کا ہاتھ ہے۔ عوامی نمائندوں کو مالی پالیسی سازی سمیت کلیدی پالیسی فیصلوں سے ہمیشہ ہی دور رکھا جاتا ہے۔ اس طرح تاریخی طور پر مالیاتی پالیسی سازی عسکری قیادت کے ہاتھوں میں رہی، کچھ پریشر گروپس کاروباری حضرات، سیاستدان خاص طور پر اپنے کمزور مالی اور سیاسی عہدوں کے ساتھ مالی پالیسی سازی پر اثرانداز ہونے کے لئے اتنے مؤثر نہیں ہیں۔ تاہم حال ہی میں انہوں نے اس عمل پر اثرانداز ہونے کے لئے کچھ طاقت حاصل کی تاہم جب یہ گروپس اس قابل ہو جاتے ہیں کہ پریشر ڈال سکے تو یہ بھی ان کا ساتھ دینے لگتے ہیں اور یہ ملک کی ترجمانی کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ لہٰذا موجودہ سیاسی اور فوجی ڈھانچے کے تحت یہ پاکستان میں کسی بھی عوامی مرکز پر مبنی مالی پالیسی کی توقع کرنا ناقابلِ تصور ہے۔ ایک معقول اوسط معاشی ترقی کی شرح کے باوجود ملک نے انسانی ترقی کے لحاظ سے ناقص کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے اگر ترقی پذیر ممالک سے موازنہ کیا جائے تو پاکستان ان سے کافی پیچھے رہ گیا ہے۔ آبادی کی بہت بڑی اکثریت غریب اور پسماندہ ہے اور پاکستان کے صحت کی سہولیات کے نظام تک کوئی رسائی نہیں ہے یا پھر بہت محدود رسائی ہے۔ ملک اپنی GDP کا ١% سے کم حصہ صحت کی دیکھ بھال پر خرچ کرتا ہے، جو ایک بہت بڑی اور تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کو سہارا دینے کے لئے ناکافی ہے۔ مزید یہ کہ ملک میں جو بھی صحت کا بنیادی ڈھانچہ ہے وہ شہری مراکز میں مرکوز ہے۔ اس حقیقت کے باوجود کہ آبادی میں سے ٦٠ فیصد سے زیادہ دیہی علاقوں میں رہائش پذیر ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ اے ڈی بی ۲۰۰۲ء۔ پاکستان میں غربت: مسائل، وجوہات اور اداراجاتی ردِ عمل۔ ایشین ڈویلپمنٹ بینک پاکستان ریذیڈنٹ مشن او پی ایف بلڈنگ، شاہراہِ جمہوریت جی۔۵/۲، اسلام آباد۔

۲۔ احمد، وی اور آر امجد، ۱۹۴۸ء۔ پاکستان کی معیشت کا انتظام، ۱۹۴۷-۸۲: کراچی، پاکستان: آکسفورڈ یونیورسٹی

پریس۔

۳. السینیا، اے اور آر پیروٹی، ۱۹۹۹ء۔ بجٹ خسارے اور مالی اداروں میں مالی بجٹ اور مالی کارکردگی۔ جے پورٹر با اور جے وون ہیگن (ایڈی) شکاگو: شکاگو پریس یونیورسٹی۔ صفحات: ۱۳-۳٦۔

۴. السینیا، اے اور جی تبیلینی، ۱۹۹۰۔ مالی خسارے اور سرکاری قرضوں کا ایک مثبت نظریہ۔ معاشی علوم کا جائزہ، ۵۷،(۴): ۴۱۴-۴۰۳۔

۵. انصاری، جے ،اے، ۲۰۰۱۔ میکرو معاشی انتظام: ایک متبادل تناظر۔ پاکستان کی معیشت کے پچاس سالوں میں، ایڈیشن۔ شاہ رخ رفیع خان، آکسفورڈ

٦. انور، ٹی۔، ۲۰۰٦۔ پاکستان میں مطلق غربت اور حکمرانی کے رجحانات: ۱۹۹۸-۹۹ اور ۲۰۰۴-۰۵۔ پاکستان ترقیاتی جائزہ، ۴۵(۴): ۷۷۷-۷۹۳۔

۷. عزیز، ایس۔ خوابوں اور حقیقتوں کے مابین، پاکستان کی تاریخ کے کچھ سنگِ میل۔ کراچی: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۲۰۰۹، ص ۲۱۱۔

۸. بنگالی، کے، ۲۰۰۲۔ متضاد مالیاتی اور مالی پالیسیاں۔ ڈیلی ڈان، ۱۰ اکتوبر۔ کراچی، پاکستان۔

۹. بنگالی، کے اور کیو۔ ایم۔ احمد، ۲۰۰۱۔ استحکام کی پالیسی بمقابلہ ترقی پر مبنی پالیسی: پاکستان کی معیشت کے لئے مضمر۔ پاکستان ڈویلپمنٹ ریویو، ۴۰(۴): ۴۵۳-۴٦٦۔

۱۰. برقی، ایس جے، ۲۰۰۷۔ بدلتے ہوئے تاثرات، تبدیل شدہ حقیقت، مشرف کی سربراہی میں پاکستان کی معیشت، ۱۹۹۹-۲۰۰٦۔ کراچی: آکسفورڈ جامع درس گاہ، اویوپی، (OUP)، ۲۰۰٦، ص ۲۱۲۔

۱۱. کوہن، پی ایس، ۲۰۰٦۔ پاکستان کا نظریہ۔ لاہور: وینگارڈ بوکس، ۲۰۰٦، ص ۲۱۵۔

۱۲. اطمہ، ایم اور کیو ایم۔ احمد، ۲۰۰۱-۱۹۹۰ کی دہائی میں مالی اصلاحات کی سیاسی معیشت۔ پاکستان ترقیاتی جائزہ، ۴۰ (۴): ۵۱۸-۵۰۳۔

۱۳. حسنین، زیڈ، ۲۰۰۸۔ پاکستان میں خدمت کی فراہمی کی پالیسیاں: سیاسی جماعتیں اور سرپرستی کے لئے مرعات، ۱۹۸۸-۱۹۹۹۔ پاکستان ترقیاتی جائزہ، ۴۷(۲): ۱۲۹-۱۵۱۔

۱۴. حسین، آئی، ۱۹۹۹۔ پاکستان، ایک ایلیٹسٹ اسٹیٹ کی معیشت۔ کراچی: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس۔

۱۵. اچیمورا، ایس، ۱۹۸۹۔ پالیسی سازی کی سیاسی معیشت کے لئے ایک نظریاتی فریم ورک۔ ایڈ۔ میگوئل اروٹیا، شنیچی اچومیرہ اور سیٹسکویوکاوا یوا این یونیورسٹی۔

۱٦. کینیڈی، سی، ۱۹۸۷۔ پاکستان میں بیوروکریسی۔ کراچی: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس۔

۱۷. خان، ایم اے ایم، ۲۰۰۳۔ مالی پالیسی بنانے کی سیاسی معیشت۔ اقتصادیات لاہور جرنل، ۸(۱): ۳۰-۵٦۔

۱۸. لاک ووڈ، بی، ۲۰۰۲۔ تقسیمِ سیاست اور مرکزیت کے اخراجات۔ معاشی علوم کا جائزہ، ۶۹(۲): ۳۱۳-۳۳۷۔
۱۹. نعمان، او۔ پاکستان: ۱۹۴۷ سے سیاسی اور معاشی تاریخ۔ لندن: کیگن پال انٹر نیشنل، ۱۹۸۸، ص ۱۱۶۔
۲۰. اوٹس، ڈبلیو ای، ۱۹۷۲۔ مالی وفاق۔ نیویارک: ہارکورٹ بریس جوانووچ، نیویارک، ۱۹۷۲۔
۲۱. پاکستان، ای۔ ایس۔ او۔ ۲۰۱۳-۱۴۔ فنانس ڈویژن، معاشی مشیر کاونگ۔ وزارتِ خزانہ: حکومتِ پاکستان، اسلام آباد۔
۲۲. پاکستان، ای۔ ایس او۔ مختلف امور۔ فنانس ڈویژن، معاشی مشیر کاونگ۔ وزارتِ خزانہ: حکومتِ پاکستان، اسلام آباد۔
۲۳. پاشا، ایچ، ۱۹۹۵۔ ٹیکس اصلاح کی سیاسی معیشت: پاکستان کا تجربہ۔ پاکستان جرنل آف اپلائیڈ اکنامکس، ۲(۴): ۳۵-۱۲۔
۲۴. پاشا، ایچ اور ایم فاطمہ، ۱۹۹۹۔ پاکستان میں سرکاری فنانس کے پچاس سال: ایک رجحان تجزیہ۔ شاہ رخ رفیع خان میں (ادارہ) پاکستان کی معیشت کے پچاس سال: روایتی عنوانات اور عصری خدشات۔ کراچی: آکسفورڈ یونیورسٹی۔
۲۵. ایس شفقت، ۱۹۹۹۔ *پاکستانی بیوروکریسی: حکومت داری کا بحران اور اصلاحات کے امکانات۔ پاکستان ڈویلپمنٹ جائزہ*، ۳۴(۴): ۹۹۵-۱۰۱۷۔
۲۶. ایس شیرانی، *پاکستان کا مالی اور مالیاتی نظام*، اقتصادیات لاہور جرنل، ۱۱ (خصوصی ایڈیشن): ۱۳-۲۴۔
۲۷. صدیقہ، اے، *ملٹری ان کارپوریشن*، پاکستان کی فوجی معیشت۔ کراچی: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس،، کراچی، ۲۰۰۷، ص ۱۱۸۔
۲۸. اسٹیٹ بینک آف پاکستان، ۲۰۱۰۔ اعداد و شمار میں پاکستان کے پچاس سال۔ پاکستان معیشت سے متعلق اعداد و شمار کی کتابچہ (SBP) کراچی۔
۲۹. وحید، اے، ۲۰۰۱۔ پاکستان میں پالیسی سازی اور عمل درآمد۔ دیہی ترقی اور انتظامیہ کا جرنل پاکستان اکیڈمی برائے دیہی ترقی، ۳۸(۲): ۴۱-۷۵۔
۳۰. وینگسٹ، بی آر، اے۔ کینتھ اور جے کرسٹوفر، ۱۹۸۱۔ فوائد اور اخراجات کی سیاسی معیشت: ایک نیو کلاسیکل سیاست کے لئے نقطہ نظر: جرنل آف پولیٹیکل اکانومی، ۸۹(۳): ۶۴۲-۶۶۴.
۳۱. ورلڈ بینک، ۲۰۰۴۔ عالمی ترقیاتی رپورٹ ۲۰۰۴: غریب لوگوں کے لئے خدمات کا کام کرنا۔ واشنگٹن، ڈی سی: ورلڈ بینک۔
۳۲. اے ایس زیدی، *پاکستان کی معیشت کے مسائل*، کراچی: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، (۲۰۰۵ میں دوسرا ایڈیشن)، ۱۹۹۹۔